فصل چہارم

مغرب خاندان کی تباہی کے اسباب ونتائج

اس باب کی گزشتہ فصلوں میں ہم نے اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ موجودہ تہذیبی تصادم کے پس منظر میں اسلام کے خاندانی نظام کو کیا خطرات درپیش ہیں اور اس بگاڑ نے مغرب میں خاندان کے افراد پر کیا اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس فصل میں یہ بتایا جائے گا کہ مغربی معاشرے میں خاندان کا ادارہ کیوں کر تباہی سے دوچار ہوا اور اب ہمارا معاشرہ کس طرح اس ڈگر پر جا رہا ہے۔

مغرب میں خاندانی نظام کی دگرگوں صورتِ حال

آج کی دنیا میں زندگی کی قدریں اس تیزی سے تغیر کا شکار ہیں کہ ماضی میں جو چیز ٹھیک سمجھی جاتی تھی، اسے آج رد کیا جا رہا ہے اور جو چیز غلط تھی اس کو صحیح قرار دیا جا رہا ہے۔ معاشرے کی بنیاد ہمارا خاندان کا ادارہ بھی اسی تغیر کا شکار ہے اور اس کے بارے میں نئے نظریات پھیلائے جا رہے ہیں۔ ہماری بہت سی قدیم خاندانی قدریں جو نسل در نسل چلی آ رہی تھیں، وہ ختم ہو رہی ہیں۔ سوشلزم اور کمیونزم کے نعروں میں خاندانی زندگی کے خاتمے کا اعلان کیا گیا مگر خوش قسمتی سے انسانی فطرت جیت گئی اور یہ نعرے اپنی موت آپ ہی مر گئے۔ آج بھی انسان کی فطرت ہے کہ وہ خاندان بنانے کی خواہش رکھتا ہے اور اسی میں سکون اور اطمینان محسوس کرتا ہے۔ ہر عورت ایک گھر چاہتی ہے اور ایک محافظ چاہتی ہے۔ ہر آدمی وفا اور محبت سے بھرپور رشتوں کی خدمت میں اپنا سب کچھ قربان کرتا ہے۔ صدیوں سے انسانی فطرت کو کوئی بھی شکست نہ دے سکا۔

جب خاندان کے نظام میں ضعف آ جائے اور انجام کار یہ انہدام کا شکار ہو جائے تو تہذیب و تمدن اور تمام سماجی اکائیاں خطرے میں پڑ جاتی ہیں۔ انسانیت خاندانی نظام کے قیام سے وابستہ مقاصد کے ثمرات سے محروم ہو جاتی ہے۔ ہم کچھ احساسِ کمتری میں پڑ گئے۔ خواہ مخواہ اپنے آپ کو کوا اور مغرب کو ہنس باور کر لیا اور پھر ہنس کی چال چلنے کے خبط میں اپنی چال بھولنے لگے۔ مغربی تہذیب نہ ہماری تہذیب ہے اور نہ وہاں کا طرزِ معاشرت ہمارا طرزِ معاشرت ہے۔ ماہرین اعتراف کرتے ہیں کہ مغرب میں ازدواجی رفاقت کی زیادہ سے زیادہ عمر دس گیارہ سال ہے۔ وہاں میاں بیوی ایک دوسرے کو اپنے دوستوں سے متعارف کراتے ہیں تو یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ میری دوسری، تیسری، یا چوتھی بیوی ہے یا اتنے نمبر والا شوہر ہے۔ بہت بالائی طبقے میں یا بہت نچلے طبقے میں ازدواجی تعلق کچھ پائیدار ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سماجی اور سیاسی حیثیت یا معاشی مجبوریاں ہوتی ہیں لیکن وہاں بھی وفا کی کمی ہے۔

حکمران رعایا کے لیے نمونہ ہوتے ہیں۔ برطانیہ کے ولی عہد شہزادہ چارلس اور اس کی بیوی آنجہانی لیڈی ڈیانا کی شادی طلاق پر منتج ہوئی۔ اس لیے کہ شہزادہ صاحب اپنی حالیہ بیوی کے عشق میں مبتلا ہو کر ڈیانا سے ازدواجی خیانت کے مرتکب ہوتے رہے۔ جواب میں ڈیانا نے بھی غیر مردوں سے رشتے گانٹھے رکھے۔ ملکۂ برطانیہ کے دوسرے بیٹے کی شادی بھی سارہ فرگوسن کی طلاق پر ختم ہوئی۔ دو مرتبہ صدر کے عہدے پر رہنے والے بل کلنٹن کا وائٹ ہاؤس کی ایک بائیس سالہ

خوب رُو ملازمہ مونیکا لیونسکی (Monica Lewinsky) سے خفیہ تعلقات کا اسکینڈل ساری دنیا میں مشہور ہوا۔فرانس کے موجودہ صدر نکولس سرکوزی(Nicolas Sarkozy)صدر منتخب ہونے کے بعد ایک ماڈل گرل کار لا برونی (Carla Bruni) کو بغیر نکاح کے بیرونی دوروں میں بھی لیے لیے پھرتے رہے۔کافی عرصہ بعد شادی ہونے کی خبر آئی۔اٹلی کے کھرب پتی وزیر اعظم سلوو برلوسکونی(Silvo Birlsconi) کی بیوی لاریا ورونکا(Lario Veronica)نے ایک کھلے خط میں موصوف پر ازدواجی خیانت کا الزام لگایا ہے۔وہ اپنے ایک کاروباری پارٹنر کی اٹھارہ سالہ بیٹی پر فریفتہ ہیں جو کچھ عرصہ پہلے تک انہیں Grandpa یعنی دادا ابو کہہ کر پکارا کرتی تھی یہ محض چند مثالیں ہیں۔[۱]

مادہ پرستی اور خاندانی دباؤ

کمرشل کلچر کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ ہم جو چیز خریدتے ہیں وہ ہمیں خوشی دے گی درحقیقت یہ حقیقت نہیں ہے۔ ریسرچ یہ ثابت کرتی ہے کہ انسان انسانیت کی بنا پر پرکھا جاتا ہے نہ کہ اس بات پر کہ وہ کس کس چیز کا مالک ہے؟ بچے جو مادہ پرست ہوتے ہیں وہ کم خوش، زیادہ پریشان، اوراحساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں بچوں میں اس طرح کا بڑھتا ہوا رجحان گھر میں بھی مسائل کھڑے کر دیتا ہے۔

مادہ پرستی اور خاندان کی پریشانیاں

کوئی بھی سنٹر Premisis of Marketing چیزیں خریدتے وقت ہمیں خوشیاں فراہم کرتی ہیں۔لیکن دوسری طرف یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے کیونکہ پیسے دیتے وقت انسان کو پریشانی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ ناخوش ہوتا ہے۔[۲]

نفسیاتی طور پر صحت مند بچہ اس ......میں زیادہ مسائل پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ تندرست ہوتا ہے اس لیے کھانے پینے میں بھی آف ہوتا ہے جس کی وجہ سے اخراجات بھی بڑھتے ہیں۔میڈیا کے اثرات عموماً مادہ پرستی کا شکار ہونے کی وجہ سے زیادہ پریشانیاں پیدا کرتا ہے عموماً خاندان میں جہاں زیادہ لوگ رہتے ہوں۔

Nag Factor اور خاندان کی پریشانی

۱۹۸۸ء میں ایک منفرد مارکیٹنگ کے ادارے نے اپنی پراڈکٹ کی سیلز بڑھانے کے لیے Nag Factor کے نام سے مارکیٹنگ کا نیا طریقہ اپنایا۔[۳]

Nag factor کے طریقۂ کار سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح سے چیزیں زیادہ فروخت ہوتی ہیں اور ادارے کی سیلز میں ۴۰ فیصد بہتری آئی۔تقریباً ۳۰ فیصد مارکیٹنگ TV کے ذریعے گھروں میں براہ راست کی جاتی ہے۔[۴] جو کہ بچوں کو خاص

۱۔ منیر احمد خلیلی، خاندانی نظام خطرات کی زد میں۔ایک سوالنامے کے جواب میں، اگست ۲۰۰۹ء

۲۔ Kasser, T. (2002) The high price of materialism. cambridge, MA: MI Press.

۳۔ Goldberg. M.E.& Gorn, G.J (1978), Some unintended consequences of TV advertising to children. Journal of Consumer Ressearch , 5 (1) 22-29.

۴۔ Greenberg, B.S. & Brand, J.E (1993). Television news and advertising in schools: The Channel One controversy. Journal of Communication, 34 (1) 143-151

طور پر بہت پسند ہوتے ہیں اور وہ اپنے والدین کو مجبور کر دیتے ہیں کہ اس Nagf کے ذریعے سے وہ اپنے لیے فوراً خریداری کر سکیں اور اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔[۵]

مادہ پرستی خاندان کے لیے پریشانی کا باعث

☆ کافی سارے مطالعات میں ایک بات دیکھنے میں آئی کہ جو بچے زیادہ T.V دیکھتے ہیں وہ اپنے لیے کھلونے خریدنے کے لیے ہروقت تیار رہتے ہیں بہ نسبت ان کے جو T.V نہیں دیکھتے۔[۶]

☆ کم T.V دیکھنے والے بچوں کی فرمائشوں میں بھی کمی آتی ہے۔[۷]

☆ والدین اور بچے کی فرمائش اور آمادگی میں ایک قسم کا رشتہ ہوتا ہے اور خاندان میں پریشانیاں بھی کبھی کبھی پسند اور ناپسند کی بنا پر بڑھ جاتی ہیں۔[۸]

☆ **ایک اندازے کے مطابق** ۱۲-۱۷ سال کی عمر کے بچے اپنے والدین کو ۹-۱۰ دفعہ اس چیز کی خریداری کرنے کے لیے کہتے ہیں جنہیں وہ T.V پر دیکھتے ہیں۔ یہ بات بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ ۳۰ فیصد لوگ اپنے والدین کو ۵۰ دفعہ ایک ہی بات کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔[۹]

☆ **نئے امریکی خوابوں کا مرکز:** یہ سنٹر لوگوں کو اپنی زندگی کا طرزِ عمل مزید بہتر کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ معاشرے میں انصاف قائم کرنا اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

☆ **آپس میں لین دین، بچت اور خرچ کرنا:** اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے مواقع پیدا کرنے اور پیسے کے اعتبار سے آگے بڑھنے کے لیے خاندانوں کو بہت ساری معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔

امریکی معاشرے کا چہرہ

☆ ۱۰ میں سے ۹ عورتیں زیادتی کا شکار ہوتی ہیں مگر مرد بھی اس جرم کا شکار ہو رہے ہیں۔ ۱۹۹۵ء کے اعداد و شمار[۱۰] کے مطابق ۳۲۱۳۰ لڑکے جن کی عمریں ۱۲ سال سے زیادہ ہیں، زیادتی کا شکار ہوئے ہیں۔

☆ ۹۹ فیصد زیادتی کا شکار ہونے والے افراد اپنے مجرموں کو پہچانتے ہیں۔[۱۱] ان میں ۸۰ فیصد خاندان کے افراد اور

---

۵ E. Morales (2000, March) The Nag Factor: Measureinig Children's Influence. Admap, P: 35-37

۶ Eig, J (2001) Edible entertainment: Food companies grab kids by fancifully packaging products as toys, games, Wall Street Journal October 24.

۷ Buijzen, M. & Valkenburg (2003). The effects of television advertising on materialism, parent-child conflict, and unhappiness: A review of research. Applied Developmental Psychology, 24, 437-456

۸ Robinsson, T.N. et al . (2001). Effects of reducing television viewing on childre'sn requests for toys. Developmental and Behavioral Pediatrics. 229(3)

۹ Buijzen, M & Valkenburg (2003)

۱۰ National Crime Victimization Survey. Bureau of Justice Statistics, U.S Department of Justice, 1996.

۱۱ CCPA, 1992.

۱۹ فیصد اپنے دوستوں کی زیادتی کا شکار ہوتے ہیں۔

☆ نوعمر کنواری ماؤں میں ۶۰ فیصد سے ۶۷ فیصد کا اپنے سگے محرم رشتوں سے بھی ناجائز رشتہ ہوتا ہے۔[۱۲]

☆ طوائفوں میں ۹۶ فیصد عورتیں بچپن میں ہی جنسی تشدد کا شکار ہوجاتی ہیں۔ تقریباً ۸۰ فیصد طوائفیں ۱۸ سال کی عمر سے پہلے ہی اس پیشے میں آجاتی ہیں۔ ۶۰ فیصد طوائفیں ۱۶ سال سے کم عمر ہوتی ہیں اور ان میں ۱۳ سال سے کم عمر بھی جاتی ہیں۔[۱۳]

☆ تقریباً ۸۰ فیصد ماں کے ساتھ ناجائز تعلق رکھنے والے جنسی بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

☆ ۳۰۰۰ ہزار بچے ہر روز جنسی تشدد کا شکار ہوتے ہیں اور ان میں سے چار کی موت واقع ہوجاتی ہے۔[۱۴]

☆ ڈاکٹر کارون (۱۹۹۰ء) حوالہ دیتا ہے کہ لندن میں بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بچے کے ساتھ جنسی تعلق رکھنے سے جنسی بیماریوں سے تحفظ ملتا ہے۔

☆ ۶۲ فیصد خواتین ۱۸ سال کی عمر سے جنسی بے راہ روی کا شکار ہوجاتی ہیں اور ۳۱ فیصد مرد ۱۸ سال کی عمر میں جنسی بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں۔[۱۵]

☆ نوعمر بچوں میں ۲۰۰۳ء میں ۴۸.۳ فیصد لڑکے جنسی تشدد کا شکار ہوتے ہیں۔ ۵۱.۷ فیصد لڑکیاں جنسی تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ ۸۳.۹ فیصد اپنے والدین کے ذریعے تشدد کا شکار ہوتے ہیں۔ ۴۰.۸ فیصد بچے اپنی ماؤں کے ذریعے ظالمانہ تشدد کا شکار ہوتے ہیں اور ۱۸.۸ فیصد اپنے باپ کے ذریعے بے رحمانہ تشدد کا شکار ہوتے ہیں اور ۱۶.۹ فیصد ماں باپ دونوں سے تشدد کا شکار ہوتے ہیں۔

امریکہ میں تشدد کی تمام اقسام دیکھی جاسکتی ہے۔ خاندانی نظام مکمل تباہ ہوچکا ہے۔ خود امریکہ کے اپنے سروے کے مطابق ۶۰ سے ۷۰ فیصد خواتین کو ان کے شوہر جسمانی تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔ American Institute of Violence Domestic[۱۶] کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں سالانہ ۵۰ لاکھ کے قریب عورتیں بوائے فرینڈ یا شوہر کے ہاتھوں جسمانی تشدد کا نشانہ بنتی ہیں اور ان میں سے ۴۰ فیصد عورتیں جسمانی تشدد کے بعد ہسپتال میں داخل کرائی جاتی ہیں۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کے مطابق امریکہ میں شادیوں کی شرح میں سالانہ ۲۵ فیصد کے حساب سے کمی آئی ہے اور طلاق کی شرح میں ۱۰ فیصد تک اضافہ ہوا ہے اور ۱۰ لاکھ یا اس سے بھی زیادہ بچوں کو اسقاط حمل کے ذریعے قتل کردیا جاتا ہے اور اس شرح میں بہت تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔

فرانس

فرانس جو ترقی یافتہ ممالک کی دوڑ میں شامل ایک ملک ہے اور انسانیت اور انسانی حقوق کے دعویدار ہے، اس میں

---

۱۲ LOS Angeles Times Survey, 1993. ۱۳ CCPA, 1992.

۱۴ 2000 National Crime Victimization Survey, Bureau of Justice Statistics.

۱۵ Finkethor, David and J. Dziuba-Leatherman "Victimization of Children" American Psychologist Vol. 49:3 (1992)

۱۶ American Institute of Domestice Violenc 2003.

ہر سال تقریباً بیس لاکھ خواتین کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ پولیس ذرائع کے مطابق ۱۰ فیصد خاندانوں میں خواتین کو جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والے ادارے کے مطابق فرانس میں خواتین کے ساتھ بہت ظالمانہ اور کتوں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔

ایک فرانسیسی اخبار نے پولیس کے ذرائع کے حوالے سے ایک رپورٹ تیار کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ خواتین پر تشدد کے واقعات ۹۲ فیصد شہروں میں ہوتے ہیں اور شکایات کے لیے ۶۰ فیصد فون کال صرف پیرس سے موصول ہوتی ہیں جن خواتین کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کی عمر تقریباً ۲۵ سے ۳۵ سال کے لگ بھگ ہوتی ہے اور زیادہ تر خواتین اپنے شوہروں کے خوف سے فون کال نہیں کرتیں۔

کینیڈا

امریکہ کے بعد کینیڈا کی خواتین کی حالتِ زار بھی انتہائی دردناک اور افسوسناک ہے۔ ہر تین میں سے ایک عورت جنسی زیادتی کا شکار ہوتی ہے۔ سالانہ ۱۲ لاکھ خواتین جنسی تشدد کا نشانہ بنائی جاتی ہیں۔ طلاق اور اسقاطِ حمل میں بہت تیزی سے خوفناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے مطابق سالانہ ۲۰ فیصد شادیوں کی شرح میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ یونیسیف کے مطابق ۵ لاکھ بچے اسقاطِ حمل کے دوران ہلاک ہوجاتے ہیں۔ کینیڈین حکومت کے سروے کے مطابق ۳۶ فیصد خواتین بلوغت کی عمر سے اب تک کم ازکم ایک بار تشدد کا نشانہ بنائی گئی ہیں۔ پر تشدد واقعات میں سے ۳۵ فیصد نئے نشے کی حالت میں وقوع پذیر ہوتے ہیں [۱۷]

جرمنی

جرمنی ترقی یافتہ اور مہذب ملکوں کی فہرست میں شامل ہے۔ حکومت کے ایک سروے کے مطابق ہر سال ۲ لاکھ سے زائد خواتین اپنے شوہروں یا بوائے فرینڈز کے ہاتھوں تشدد کا نشانہ بنتی ہیں۔ ماہرین کے مطابق یہ تعداد اس سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے اور خواتین پر تشدد کے واقعات بہت تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

نیوزی لینڈ

نیوزی لینڈ میں سرکاری طور پر ایک سروے کیا گیا ہے جس میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہر سال تقریباً ۴ لاکھ خواتین کو مختلف قسم کے تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ طلاق کی شرح میں ۶۵ فیصد اضافہ ہوا ہے جس کی بڑی وجہ گھریلو تشدد ہے۔ ۵۰ فیصد خواتین ملازمت پیشہ ہیں۔ ۲۰ فیصد خواتین کا تعلق مڈل کلاس طبقے سے ہوتا ہے۔ تشدد کی رپورٹ لکھوانے والی خواتین کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔

سوئٹزر لینڈ

سوئٹزر لینڈ میں عالمی ادارے کی جانب سے کیے گئے سروے کے مطابق ۴۰ فیصد خواتین جسمانی تشدد کا نشانہ بنتی ہیں۔ ۱۵ فیصد خواتین پر جنسی تشدد ہوتا ہے۔ ان واقعات میں سے کوئی ایک واقعہ بھی تھانے رپورٹ نہیں کیا گیا۔ [۱۸]

۱۷۔ میر بابر مشتاق۔ مغربی خواتین کی حالتِ زار۔ ہفت روزہ فرائیڈے اسپیشل ۱۳ فروری ۲۰۰۹ ص ۳۷

۱۸۔ میر بابر مشتاق۔ مغربی خواتین کی حالتِ زار۔ ہفت روزہ فرائیڈے اسپیشل ۱۳ فروری ۲۰۰۹

مغربی معاشرے کے ٹوٹتے ہوئے گھر

الموند(Almond) نامی ایک فرنچ اخبار نے مغرب کی موجودہ صورت حال کو 'خاندانی نظام کا خاتمہ' قرار دیا ہے۔ یعنی مغرب کا معاشرہ تہذیب وتمدن کے دائروں سے نکل کر اس جنگلی نظام زندگی میں داخل ہوتے جا رہا ہے جس میں جانور رہتے ہیں۔ انسانی معاشرے جو تہذیب وتمدن کی عمارتیں بناتے ہیں اس کی اساسی اینٹ خاندان کا ادارہ ہوتا ہے۔ اگر وہ ختم ہوگیا تو معاشرت ہی ٹوٹ کر بکھر گئی۔ پھر انسانوں کی کسی قسم کی اجتماعی ہیئت نہیں بن سکتی۔

نیشنل فرنچ انسٹی ٹیوٹ فار ڈیموگرافک ریسرچز کی ایک رپورٹ کے مطابق ہر دس جوڑوں میں سے ۹ کسی قسم کی شادی کے بغیر ایک ساتھ رہتے ہیں۔ جوان جوڑوں میں آدھے سے زیادہ بغیر کسی قانونی ضابطے کے ایک ساتھ رہتے ہیں۔ ۵۳/ فیصدی ولادتیں ایسے ہی جوڑوں کے یہاں ہوتی ہیں اور ان میں سے ۲۵ فیصد بچے زندگی بھر باپ کے چہرے کو ترستے رہتے ہیں۔ فرانس میں تقریباً سالانہ ساتھ لاکھ بچے پیدا ہوتے ہیں اور اس میں سے تقریباً دس ہزار بچوں کی ماؤں کی عمر دس سے تیرہ سال تک ہوتی ہے۔ جو اپنے سکول سے یہ 'تحفہ' بھی ساتھ لاتی ہیں اور اس رپورٹ نے بجا طور پر فرنچ انتظامیہ کو اس تعداد پر قابو رکھنے پر داد دی ہے کہ اس نے بچوں میں وسائل منع حمل تقسیم کر کے اس پریشان کن صورت حال کو قابو میں رکھنے کی قابل ستائش کوشش کی اس مقصد کے لیے اسکولوں میں خصوصی میڈیکل اسٹور کھولے گئے اور ان وسائل کے استعمال کی تربیت کے لیے نرسوں کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ [۱۹]

سویڈن جو یورپ کے چند انتہائی ترقی یافتہ ملکوں میں شمار ہوتا ہے اس میں ۶۵ فیصد طلاق ہو جاتی ہے۔ تہذیب حاضر کے معلم اکبر امریکہ میں یہ تناسب ۴۵ فیصد ہے۔ جرمنی میں ۳۵ فیصد اور روس میں ۳۳ فیصد۔ یہ جائزہ ایک بین الاقوامی سروے رپورٹ میں دیا گیا ہے۔ جرمن اخبار 'شیترن' کے مطابق اس جائزہ میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ فرانس میں طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورتوں میں دو تہائی گھر سے باہر کرتی ہیں۔ [۲۰]

امریکہ میں ۴۸ فیصد، سویڈن میں ۶۵ فیصد اور جرمنی میں ۳۷ فیصد کام کرنے والی عورتیں دماغی اور نفسیاتی الجھن کا شکار ہیں اور ان مارکیٹوں میں تسکین بخش دواؤں میں سے ۶۷ فیصد عورتوں پر صرف کی جاتی ہیں۔ [۲۱]

انسان کو جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا گیا۔ ہمیں اپنے متضاد جنسی تعلقات (Heterosexual Relationship) یعنی میاں بیوی/ ماں باپ سے ہی زندگی کا مقصد اور آرام وسکون حاصل ہوتا ہے۔ یہ رشتے ہماری ذہنی اور جسمانی ترقی اور تسلی کے لیے خوراک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ مغربی میڈیا ہم کو آج کل یہ سبق پڑھا رہا ہے کہ مرد ظالم جابر اور حقوق کے غاصب ہیں، شادیاں حقوق چھین لیتی ہیں، جس سے فرد کی آزادی ختم ہو جاتی ہے اور بچے پیدا کر کے سنبھالنا سوائے ایک مصیبت کے کچھ بھی نہیں۔ مثال کے طور پر حال ہی میں اوسکر ایوارڈ (امریکی فلم انڈسٹری کے سب سے بڑا اور مہنگے اعزاز) کے لیے چنی گئی ایک فلم Hours میں تین عورتوں کی کہانی تھی اور آخر میں نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے اپنی ساری زندگی کسی اور کے لیے وقف کرنے کے بعد سوائے جھوٹا عمل کرنے اور کچھ نہیں کیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا کبھی کسی ایسی فلم کو اعزاز دیا گیا جس نے شادی کے خوبصورت رشتے کو اچھے انداز میں پیش کیا ہو؟ یا کسی ایسی فلم کو جس میں والدین بننے کو

۱۹۔ المجتمع، کویت، اشاعت ۲۳/صفر ۱۴۲۱ھ ۲۰۔ مجلّہ البیان، لندن شمارہ، اپریل مئی ۲۰۰۰ء

۲۱۔ مجلّہ البیان، لندن شمارہ، اپریل مئی ۲۰۰۰ء

دنیا میں رہنے کا ایک اعلیٰ اور خوبصورت مقصد بتایا گیا ہو۔ ہمارا میڈیا، تعلیمی ادارے اور صنعتی ادارے اس قسم کی کرپشن کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اور ان کو حکومت کی زبردست پشت پناہی حاصل ہے۔

شادیوں، طلاق اور ناجائز بچوں کی شرح

پورے یورپ میں ہر برس دس فیصد شادی شدہ جوڑے اپنے رشتے کو ختم کر دیتے ہیں۔ (اس وقت ہر تیس سیکنڈ میں یورپ میں ایک شادی شدہ جوڑے کا رشتہ ٹوٹ رہا ہے، جبکہ شادی کی اوسط عمر صرف ۱۳ سال ہے۔۲۲

خواتین کی بڑی تعداد اپنی خود مختاری کو برقرار رکھنے کے لیے شادی اور اس کے بعد بچوں کی پیدائش کے لیے تیار نہیں۔ ۱۹۸۰ء سے اب تک یورپ میں شرح پیدائش میں تیزی سے کمی آئی ہے جس کا نتیجہ تقریباً ۱۰ لاکھ بچوں کی کم پیدائش کی صورت میں نکلا ہے۔۲۳

اسی طرح شادیوں کی شرح میں سالانہ ۷ سے ۹ فیصد کی شرح سے کمی آ رہی ہے۔ جبکہ اسکنڈے نیوین ممالک (ناروے، ڈنمارک، فن لینڈ، سویڈن اور بیلجیم) میں شادیوں کی شرح میں نوے فیصد کمی ریکارڈ کی جا چکی ہے۔۲۴

شادی کے مقدس بندھن سے بیزاری کے نتیجے میں صورت حال اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ یورپ میں پیدا ہونے والے تقریباً ۴۰ فیصد بچوں کی پیدائش بن بیاہی ماؤں کے ہاں ہو رہی ہے، جن کے باپ غائب ہو جاتے ہیں جبکہ ماں بھی اکثر انھیں حکومتی یتیم خانوں میں ڈال کر یا گلی کوچوں میں پھینک کر بری الذمہ ہو جاتی ہے۔ اس معاملے میں بھی اسکنڈے نیوین ممالک سب سے آگے ہیں جہاں ۷۵ سے ۸۰ فیصد بچے ناجائز ہوتے ہیں۔۲۵

مغربی ذرائع ابلاغ میں مسلم خواتین کی منفی تصویر کشی

مسلمان عورت مغرب اور مغربی میڈیا کا خصوصی ہدف بنی ہوئی ہے۔ اسے مظلوم، محروم اور مجبور بنا کر پیش کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جا رہی۔ پوری دنیا کو یہ یقین دلایا جا رہا ہے کہ اسلام میں عورت کے کوئی حقوق نہیں ہیں اور مسلمان عورتوں کو بھیڑ، بکریوں کی طرح دکھایا جاتا ہے۔ مسلمان عورتوں کے واقعات کو پوری دنیا میں اُچھالا جاتا ہے۔

دوحہ منظر کے ایجوکیشن سٹی میں ''مشرق اور مغرب کی خواتین' میڈیا کی نظر میں'' کے عنوان سے ایک کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ The Peninsula اور گلف ٹائمز نے اس حوالے سے کچھ چیزیں شامل اشاعت کیں تاہم یہ بات انتہائی پریشان کن تھی کہ انگریزی ذرائع ابلاغ، جن کا مرکز یورپ ہے، میں کسی قسم کے مضامین شامل نہیں تھے۔

مغرب کے انگریزی زبان کے رسائل و جرائد اور پرنٹ میڈیا میں یہ کانفرنس زیادہ جگہ نہ پا سکی۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ نہ صرف خلیج کے قارئین بلکہ اس سے باہر کے لوگ بھی اس کانفرنس کے نتائج سے آشنا ہوں۔

قطر یونیورسٹی کی پروفیسر سعدیہ عزالدین ملک جو قطر یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں، انھوں نے اپنا مقالہ پیش کیا جس کا موضوع تھا ''امریکہ کے دو اہم ہفت روزوں 'ٹائم' اور 'نیوز ویک' میں 1950-1998 ء کے دوران افریقہ میں مسلمان عورتوں

۲۲۔ یورپی یونین کمیشن رپورٹ، ۲۰۰۷ء
۲۳۔ برطانوی روزنامہ Indepependent ۸ مئی ۲۰۰۸ء
۲۴۔ یورپی یونین کمیشن رپورٹ، ۲۰۰۷ء
۲۵۔ یورپی یونین کمیشن رپورٹ، ۲۰۰۷ء

کی حالت''۔ وہ کہتی ہیں کہ اس تحقیقی مقالے کے نتائج میرے لیے حیران کن نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے دونوں رسائل کا مزید مطالعہ بند کر دیا ہے۔

اس تحقیقی مقالے میں بتایا گیا کہ ان دونوں رسالوں میں شائع شدہ چوائس رپوٹوں (Stories) میں افریقہ کی مسلم خواتین کا تذکرہ صرف حجاب، مسلم خواتین کے ختنے اور قحط کے حوالے سے لیا گیا۔

سعدیہ ملک کے تحقیقی مقالے سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلم خواتین کا تذکرہ صرف پردے اور ظالمانہ ختنوں کے حوالے سے کرنا، مشرق وسطیٰ اور ایشیا کے علاقے ہی میں خاص نہیں ہے بلکہ بین الاقوامی طور پر یہی کچھ ہو رہا ہے۔

ملک کا کہنا ہے کہ ان حوالوں سے شمالی افریقہ اور زیریں صحارا افریقہ کی عورتوں کا ایسا تصور پیش کیا جاتا ہے اور ان کی ایسی تصاویر دکھائی جاتی ہیں جن میں قحط کی تصاویر کے ذریعے دکھایا جاتا ہے کہ افریقی عورتیں بے انتہا بے یار و مددگار اور ضرورت مند ہیں۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ مغربی ذرائع ابلاغ کی جانب سے خواتین کی جو کوریج کی جاتی ہے اس میں بھی تکلیف دہ نکات اچھالے جاتے ہیں۔

اس حوالے سے تحقیقی کام میں اضافہ ہو رہا ہے۔سعدیہ ملک کا مقالہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں بتایا گیا ہے کہ افریقہ کی مسلم خواتین کا تذکرہ کم ہے اور مغربی ذرائع ابلاغ میں مسلمان عورتوں کا تذکرہ غیر معمولی طور پر محدود کر دیا گیا ہے۔

یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ خواتین کے تذکرے کو چند گنے چنے حوالوں تک محدود کر دینا مناسب نہیں ہے۔ ان معاملات پر غور کیا جانا چاہیے اور توجہ دینا چاہیے جو مسلم خواتین کو حقیقتاً درپیش ہیں۔ سعدیہ ملک کا یہ بھی کہنا ہے کہ افریقہ کی مسلم خواتین کی کوریج کو بڑھایا جانا چاہیے۔

سعدیہ ملک کے تحقیقی مقالے کے علاوہ ایک اور تحقیقی مقالہ دنیلہ کونتے (DANIELA CONTE) نے پیش کیا اس میں اطالوی ٹیلی وژن پر مسلم خواتین کی نمایندگی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ شاید یہ بات حیران کن نہ ہو کہ اطالوی ٹیلی ویژن پر مسلمان عورت کو خالصتاً (Stereotypical) ایک ایسی عورت کے روپ میں پیش کیا گیا ہے کہ جو ظلم و تشدد کا شکار اور ہر قسم کے حقوق سے محروم ہے کونتے کے تحقیقی مقالے کا ایک حصہ یہ ہے:

> ''عورت کی اس تصویر کشی سے ذرائع ابلاغ پر مردوں کی بالا دستی کا نظریہ ثابت ہوتا ہے۔ میڈیا کے عناصر کو سادہ پا کر پیش کیا گیا ہے اور پیچیدہ معاشرے کی جگہ گنے چنے موضوعات کو اختیار کر لیا گیا ہے۔''

یہ نقطۂ نظر حقیقتاً اہم ہے کیونکہ مسلم عورت کو بالکل محدود بنا کر رکھ دینا اور اس کا محدود سا تصور (Steroeotype) متعارف کرانا میڈیا کے اس نقطۂ نظر کا تسلسل ہے جسے مردوں کی بالا دستی Patriarchy کا نام دیا جاتا ہے اور یہ اسی طرح تباہ کن اور نقصان دہ ہے جس طرح نسل پرستی اور اسلامی خوف کی ذرائع ابلاغ پر تصویر کشی خوفناک ہے۔

ذرائع ابلاغ میں جس طرح مسلم خواتین کو پیش کیا جا رہا ہے اس کو بہتر بنانے کے لیے دنیا بھر کی مسلمان عورتیں مطالبہ کرتی ہیں کہ ان کی حقیقی تصویر کشی کی جائے۔ ۲۶

۲۶۔ مغربی ذرائع ابلاغ میں مسلم خواتین کی منفی تصویر کشی، ۲۳ اپریل ۲۰۰۹ء، دوحہ قطر